مولانا امین اللہ پشاوری

حصولِ علم اور فضائل اُمتِ محمدیہؐ

جامعہ لاہور اسلامیہ کی جوہر ٹاؤن، لاہور میں واقع برانچ البیت العتیق میں مؤرخہ ۲؍جون ۲۰۱۲ء کو مشکوٰۃ المصابیح کے اختتام کے مبارک موقع پر مشکوٰۃ کی آخری حدیث پر درس کے لئے پشاور کے نامور عالم اور مفتی مولانا امین اللہ حفظہ اللہ کو دعوت دی گئی۔ مولانا موصوف نے اپنے درسِ حدیث میں اس فرمان نبویؐ کے حوالے سے وقیع اور اہم نکات بیان فرمائے۔ اس موقع پر مدیر الجامعہ مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی کے علاوہ، مولانا حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہما اللہ کے بھی خطابات ہوئے جنہیں حاضرین کی کثیر تعداد نے بڑی توجہ سے سنا اور اپنے قلوب کو نورِ ایمان سے منور کیا۔ مولانا پشاوری کا اس موقع پر ہونے والا خطاب ضروری ترامیم کے بعد ہدیۂ قارئین ہے جسے جامعہ ہذا کے اُستاذِ حدیث مولانا ابو عبد اللہ طارق نے ترتیب دیا ہے۔ ح م

خطبہ مسنونہ کے بعد ... مشکوۃ المصابیح کی آخری حدیث یہ ہے:

عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده أنه سمع ﷺ يقول في قوله تعالى: [كنتم خير أمة أخرجت للناس] قال: «أنتم تتمون سبعين أمة أنتم خيرها وأكرمها على الله تعالىٰ» رواه الترمذي وابن ماجه والدارمي وقال الترمذي: هٰذا حديث حسن[1]

”نبی کریم ﷺ نے اللہ کے اس فرمان ” تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہو“ کے ضمن میں فرمایا: تم ستر اُمتوں کی تکمیل کرنے والے ہو۔ تم اللہ کے ہاں اُن میں سے بہترین اور معزز ترین اُمت ہو۔“

مشکوٰۃ المصابیح کی اس آخری حدیث کی شرح سے پہلے میں ایک مقدمہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یاد رہے کہ علم کی کئی اقسام ہیں:

---

۱ مشکوٰۃ المصابیح: رقم ۶۲۸۵

۱) علم روایت

یعنی کتاب میں حدیث کو پڑھنا پھر اسے آگے نقل اور بیان کر دینا اور دوسرے لوگوں کو پڑھانا۔ یہ علم آسان ہے، اتنا مشکل نہیں ہے۔ اکثر علما یہ کام کرتے ہیں، البتہ پورا کمال صرف اسی میں نہیں ہے اور ایک صحیح حدیث میں بعد والے زمانے کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

إنكم أصبحتم في زمان كثير فقهاؤه قليل خطباؤه قليل سؤاله كثير معطوه، العمل فيه خير من العلم، وسيأتي زمان قليل فقهاؤه كثير خطباؤه كثير سؤاله قليل معطوه العلم فيه خير من العمل[1]

”آپ ایسے زمانے میں موجود ہیں جس میں دین کی بصیرت رکھنے والے زیادہ، خطابت کا جادو جگانے والے کم، مانگنے والے کم اور دینے والے زیادہ ہیں۔ اس زمانے میں علم پر عمل کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔ عنقریب اس کے برعکس زمانہ آنے والا ہے، جس میں لوگ عمل بجالانے پر محض جان لینے کو ترجیح دیں گے۔“

۲) علم درایت

علم کی دوسری قسم کو 'علم درایت' کہتے ہیں یعنی کتاب و سنت کے معانی کو سمجھنا اور دوسرے لوگوں کو سمجھانا، مسائل کی صحیح تحقیق کرنا۔ یہ علم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتے ہیں عطا کر دیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں عطا کر دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين»[2]

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں، اسے علم درایت، فقہ الحدیث کا علم اور کتاب و سنت کی سمجھ دے دیتے ہیں۔ الحمد للہ یہ علم پہلے علما کے پاس بھی بہت زیادہ تھا اور آج بھی ہے۔

---

۱ السلسلۃ الصحیحۃ: ۳۱۸۹

۲ صحیح بخاری: ۶۹

(۳) علم رعایت

تیسرا علم 'علم رعایت' ہے یعنی اللہ ربّ العالمین کا حکم معلوم کرنے کے بعد اسے اس کے وقت اور جگہ کا لحاظ کرتے ہوئے عملی جامہ پہنانا، اس کے مطابق عمل کرنا اور ایسا بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

﴿فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾[1]

"اُنہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں نصاریٰ کی مذمت کی ہے اوراس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اصل تو عمل ہی ہے۔ اگر کوئی انسان دعویٰ کرتا ہے کہ میں مومن، مسلمان اور اہل حدیث اور اہل سنت ہوں، لیکن اس میں ایمان، اسلام اور حدیث اور کے آثار دکھائی ہی نہیں دیتے تو یہ اکیلا دعویٰ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورہ میں علم رعایت کو بڑے عجیب انداز میں بیان فرمایا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾﴾[2]

"یہ اس لیے کہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل کے کسی حصے پر بھی انہیں اختیار نہیں اور یہ کہ (سارا) فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہے دے اور اللہ ہی بڑے فضل والا ہے۔"

یعنی اہل کتاب کا کہنا ہے کہ اللہ کا فضل ہم پر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتے ہیں کہ تم لوگ کتاب وسنت پر عمل کرو تو اللہ کا فضل تم پر ہو جائے گا اور اہل کتاب خجالت میں پڑ جائیں گے۔ تو میرا مقصود یہ ہے کہ حدیث کی یہ جو کتاب ہے، ہمیں اس کی رعایت کرنی چاہیے اور ہر حدیث مبارکہ کا لحاظ کرتے ہوئے اسے اس کے موقع پر عمل میں لانا چاہیے۔

---

۱ سورۃ الحدید:۲۷

۲ ایضاً:۲۹

قرآنِ مجید کی تلاوت کا طریقہ سنتِ نبویؐ میں موجود ہے، احادیث کی کتابوں میں اور مشکوۃ میں بھی لکھا ہوا ہے۔ ہمیں اسی کے مطابق قرآنِ کریم کی تلاوت کرنی چاہیے۔ ہمیں اپنی زندگی میں سادگی پیدا کرنی چاہیے، اس بارے میں بھی کتابوں میں بہت ساری احادیث موجود ہیں۔

شرعی علم کے حصول کا طریقہ

شریعت کا صحیح علم کیسے حاصل ہوتا ہے؟ یہ بہت ہی اہم سوال ہے۔ اسے درج ذیل چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ علم دو قسم کا ہوتا ہے:

ا۔ ظاہر الشریعہ: علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے پانچ چیزیں ضروری ہیں اور یہ چیزیں معروف ہیں۔ تفصیل میں جانے کی بجائے میں یہاں صرف ان کے نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کروں گا۔ پہلی چیز ہے توجہ سے سننا یعنی الاستماع اور دوسری چیز ہے خاموشی یعنی الانصات۔ تیسری چیز حفظ اور چوتھی اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔ پانچویں اور آخری چیز اس علم کی نشرواشاعت ہے۔

۲۔ علم اسرار الشریعہ: علم کی دوسری قسم کا نام علم اسرار الشریعہ ہے۔ یعنی شریعتِ مطہرہ کے اسرار ورموز... اور کتاب و سنت میں موجود حکمتوں کو حاصل کرنے کا جو راستہ ہے، وہ بھی پانچ چیزیں ہیں:

① **اتباع سنت:** اس علم کو حاصل کرنے کے لیے پہلی ضروری چیز نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع ہے۔ سنت نبویہ ﷺ میں نور ہے اور علم بھی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ ﴾[1]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس روشنی میں تم چلو

ا سورۃ الحدید:۲۸

پھر و گے اور وہ تمہیں معاف کر دے گا اور اللہ معاف اور رحم کرنے والا ہے۔"

② **اسرارِ شریعت کا حصول:** اسرارِ شریعت کے حصول کے لیے دوسری ضروری چیز قرآن کی اصطلاح میں احسان ہے اور بعض علما کی اصطلاح میں اسے 'مراقبہ' بھی کہا جاتا ہے۔

جب کسی انسان کے دل میں احسان کی صفت پیدا ہو جاتی ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے اس بندے کے لیے شریعت کے اسرار کو کھول دیتے ہیں اور اس کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کے تذکرے میں فرماتے ہیں:

﴿وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾﴾[1]

"اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچ گئے تو ہم نے اُنہیں حکمت اور علم سے نوازا اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے یوسف علیہ السلام کو شریعت کی حکمت عطا فرمائی۔ باطنی علم اور ظاہری علم دونوں سے نوازا اور یہ صرف انہی کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ یعنی یہ حکم اور علم مَیں ہر محسن کو بلکہ محسنین کو دیتا ہوں۔ ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤی اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾﴾[2]

"اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے تو ہم نے اُنہیں حکمت و علم عطا فرمایا۔"

'احسان' کے معنی ہمیں قرآن پاک میں ہی مل جاتے ہیں اور یہ مجرب قاعدہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی مشکل یا مبہم (یعنی جس کا مطلب واضح نہ ہو) لفظ استعمال ہو جائے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود ہی اس کی وضاحت بھی فرما دیتے ہیں۔ یہاں بھی 'احسان' کی تفسیر اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتے ہیں کہ

---

۱ سورۃ یوسف:۲۲

۲ سورۃ القصص:۱۴

﴿ وَ رَاوَدَتۡهُ الَّتِیۡ هُوَ فِیۡ بَیۡتِهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَ قَالَتۡ هَیۡتَ لَکَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ﴾[1]

''اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے، یوسف کو اس کے نفس کے بارے بہلانا پھسلانا شروع کر دیا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی: آجاؤ، یوسف نے کہا: اللہ کی پناہ وہ میرا ربّ ہے۔ اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے، بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا۔''

آدمی جوان ہے خواہش بھی ہے، بیوی نہیں ہے۔ خود مسافر اور غلام ہیں، بُرائی کی دعوت دینے والی عورت جوان، حسن و جمال اور منصب والی ہے۔ الغرض بُرائی کے تمام اسباب و دواعی موجود ہیں، لیکن اللہ کی راہ پر چلنے والے کے دل میں اللہ کی توجہ اس قدر غالب ہے کہ اُنہوں نے اس غلط کام کو جوتے کی نوک پر ٹھکرا دیا۔ پس یہی احسان ہے۔

درجاتِ احسان: احسان کے دو درجے ہیں:

مشکوٰۃ المصابیح کی ایک حدیث میں احسان کے یہ دونوں درجے بیان ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ سے احسان کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں:

«أن تعبد الله كأنك تراه»

احسان یہ کہ ''آپ اللہ تعالیٰ کی بندگی ایسے کریں جیسے آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔''

اور احسان کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ آپ کے دل میں یہ بات ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں: «فإن لم تكن تراه فإنه يراك»[2]

③ **حرام سے اجتناب:** اسرارِ شریعت کے حصول کے لیے تیسری چیز 'حرام سے اجتناب' ہے۔ اگر کوئی طالب علم حرام کھاتا ہے تو اس کے علم میں نور نہیں ہے۔ اس کا دل جو علم کا مہبط ہے، خراب ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

«كل لحم نبت من السُّحت فالنار أولىٰ به»[3]

---

۱ سورۃ یوسف:۲۳

۲ صحیح بخاری:۴۸

۳ السلسلۃ الصحیحۃ:۲۶۰۹

"ہر وہ گوشت جو حرام سے نشوونما پاتا، اس کے لائق تو آگ ہی ہے۔"

اور پھر حرام سے اجتناب کے ساتھ ساتھ مشتبہات سے اجتناب بھی ضروری ہے جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کا طریقہ تھا۔ آپ ﷺ نے راستے میں ایک کھجور گری ہوئی پائی تو فرمایا:

«لو لا أني أخاف أن تكون من الصدقة لأكلتها»[1]

"اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقے کی ہو تو میں اسے کھالیتا۔"

④ **اکل حلال اور عمل صالح:** اسرارِ شریعت کو سمجھنے کے لیے چوتھی ضروری چیز ہے۔ 'اکلِ حلال'... ارشادِ باری ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَٰلِحًا ۖ إِنِّى بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾ ﴾[2]

"اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو کچھ کر رہے ہو، اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں بڑے ہی احسن انداز میں اکل حلال اور عمل صالح دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے کہ حلال کھانا عمل صالح کے لئے معاون ہے۔ سہل سے منقول ہے، فرماتے ہیں: من أكل الحلال أطاع الله ومن أكل الحرام عصى الله[3]

"جو انسان حلال کھاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اس کا نصیب ہو گا اور جو حرام کھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان بن جاتا ہے۔"

⑤ **غضِ بصر:** پانچویں چیز غض بصر ہے یعنی اپنی آنکھوں میں حیا پیدا کرنا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ہی ممکن ہے، ورنہ نظر بازی کا یہ گناہ تو ہمارے زمانے اور معاشرے میں اس قدر زیادہ ہے کہ اس سے بچنا انتہائی مشکل کام ہے اور یہ گناہ انسان کے دل کو برباد کر دیتا ہے۔

علمائے کرام کا کہنا ہے کہ جس نے اپنے ظاہر کو سنت کی اتباع اور اپنے باطن کو دوام مراقبہ کا پابند بنالیا، حلال کھایا، حرام سے اجتناب کیا اور اپنی نگاہ کو حرام سے بچالیا تو اللہ

۱ صحیح بخاری: ۲۲۵۲
۲ سورۃ المؤمنون: ۵۱
۳ مواہب الجلیل: ۳/۵۰۱

تعالیٰ اس پر ایسے ایسے علوم کھول دیتے ہیں جن کا کبھی کسی کے دل میں خیال بھی نہیں آیا۔ یہ باتیں کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں اور ان کے دلائل بھی مختصراً بیان ہوئے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ ظاہری علم حاصل کرنا آسان ہے اور باطنی علم یعنی شریعت کی حکمتیں معلوم کرنا۔ پس اصل علم تو یہی ہے جس کے بارے میں اللہ سبحانہ فرماتے ہیں:[1]

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾﴾[1]

"سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں۔"

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں کہا کہ یہ تعلم فی الدین ہے بلکہ فرمایا کہ یہ تفقہ فی الدین ہے اور یہ علم ضروری ہے۔

تاثر بآیات اللہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس شخص کو علم دیا ہو تو اس کے علم کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور احادیثِ نبویہ کی تاثیر قبول کرتا ہے اور صحابہ کرام میں یہ خوبی موجود تھی۔ سیدہ اسماء بنت ابو بکرؓ فرماتی ہیں کہ

- "رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے قبر کے اس فتنے کا ذکر کیا جس میں آدمی مبتلا ہوتا ہے۔ تو حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ضجّ المسلمون ضجّة[2] "مسلمانوں نے انتہائی زور سے چیخ ماری۔"

سلف میں تاثر بآیات اللہ کی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں اور اگر ہم صحیح علم والے ہیں تو ہم پر قرآن وحدیث نمایاں ہونا اور ہمارا ظاہر وباطن اس سے متاثر ہونا چاہیے اور یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ علم رعایت اور علم اسرارِ شریعت اور اس کی حکمتوں کے جاننے کے بعد ہی انسان پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔

---

۱ سورۃ التوبۃ:۱۲۲

۲ صحیح بخاری:۱۲۸۴

مشکوٰۃ المصابیح کی آخری حدیث کی شرح

علم کے فضائل و مناقب اور اس کے حصول کے تقاضوں سے آگاہ ہونے کے بعد، اب میں شرحِ حدیث کی طرف بڑھتا ہوں۔ مشکوٰۃ المصابیح کا آخری باب 'باب ثواب ھذہ الأمۃ' ہے لیکن اس کی وضاحت سے پہلے ہمیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ بعض چیزوں کو بعض پر فضیلت عطا فرماتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نشانی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ﴾[1]

"اور آپ کا ربّ جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور اس کو پسند فرمالیتا ہے۔"

اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہے کہ جس کو چاہے فضیلت عطا فرمادے۔ اس نے اپنے عرش کو فضیلت عطا فرمائی ہے، آسمانوں کو زمینوں پر فوقیت دی ہے۔ اسی طرح کعبہ اور حرمین شریفین کو فضیلت عطا فرمائی ہے اور انبیا علیہم السلام کو فضیلت سے نوازا ہے خصوصاً ہمارے پیارے نبی ﷺ کو ساری انسانیت سے افضل بنایا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾[2]

"یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اِن میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے بعض ایام کو دوسرے ایام پر اور جمعہ کے دن کو ہفتے کے باقی دنوں پر، لیلۃ القدر کو باقی راتوں پر فضیلت دی ہے اور بارہ مہینوں میں سے رمضان کو افضل ترین مہینہ بنایا۔ اسی طرح قرآنِ کریم کو باقی کتابوں پر اور بعض آیات کو بعض پر فضیلت سے نوازا ہے۔ جیسا کہ اس کی حکمت، علم اور مشیت کا تقاضا تھا۔

اُمت محمدیہ کی

اس اُمت کی فضیلت کے دو پہلو ہیں:

---

۱ سورۃ القصص:۶۸

۲ سورۃ البقرۃ:۲۵۳

۱) وہبی: یعنی اس اُمت کی فضیلت کا یہ پہلو، فضیلتِ وہبی اور خیریتِ وہبی سے تعلق رکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش، عطیہ، ہبہ اور ہدیہ ہے۔ وہ اپنی حکمت ومشیت سے جسے جو چاہے عطا کرے، اس اُمت کا اپنا کوئی کمال نہیں ہے اور فضیلتِ اُمتِ محمدیہ کی ساٹھ سے زیادہ صورتیں ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

① رسول اللہ ﷺ: اس اُمت کی سب سے بڑی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ اسے کائنات کے سب سے بڑے امام، امام الانبیا ﷺ کی اُمت بنایا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، کم ہے۔

② قرآنِ کریم: اس اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ کی دوسری بڑی نعمت کلامِ الٰہی قرآنِ مجید ہے جو سراسر کتابِ خیر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ ﴾[1]

''اور پرہیزگاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ سب سے اچھی چیز۔''

خیراً میں تنوین تعظیم کی ہے یعنی قرآنِ کریم خیر عظیم ہے، اس میں ہر قسم کی خیر ہے۔ اس کے الفاظ، قرات، تجوید، معانی، تفسیر، تفکر وتدبر اور احکام، الغرض ہر چیز میں خیر ہے اور یہ اپنے موضوع پر کامل کتاب ہے جس میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ ﴾[2]

''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور شفا ہے۔''

③ عالم اور حافظ قرآن کی فضیلت: اس فرمانِ نبوی ﷺ میں حافظِ قرآن کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ سو جس کا عقیدہ وعمل اس مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی جہنم میں نہیں ڈالیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

۱ سورۃ النمل:۳۰

۲ سورۃ النحل:۸۹

«لو جُعل القرآن في إهاب ثم ألقي في النار ما احترق»[1]

”اگر قرآنِ کریم کو چمڑے میں ڈال کر آگ میں ڈال دیا جائے، تو آگ اُس کو نہیں جلائے گی۔“

اور اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علما سے گویا ہوں گے: «إني لم أضع علمي فيكم لأعذّبكم»[2]

”میں نے اپنا علم تمہیں اس لیے نہیں دیا تھا کہ تمہیں عذاب دوں۔ تم چلے جاؤ، میں نے تمہیں معاف کر دیا۔“

④ پانچ نمازیں: صرف اسی اُمت کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ عشا کی نماز پہلی اُمتوں میں نہیں تھی۔

⑤ اعضاے وضو کی چمک: یہ بھی صرف اُمتِ محمدیہ کی ہی فضیلت و خصوصیت ہے کہ قیامت کے دن وضو کے اعضا یعنی چہرہ، ہاتھ اور پاؤں چمک رہے ہوں گے۔

⑥ تیمّم: پانی نہ ہونے یا اس کے استعمال پر قادر نہ ہونے کی صورت میں تیمم کر لینا بھی اسی اُمت کی خصوصیت ہے۔

⑦ مسجدًا وطهورًا: یہ بھی اس اُمت کی ہی خاص فضیلت ہے کہ ساری زمین ہی اس کے لئے جائے نماز اور طہور ہے، یعنی تیمم کر سکتے ہیں۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«جعلت لي الأرض مسجدا وطهورًا»[3]

⑧ عمل کم اور اَجر زیادہ: پہلی اُمتوں کی نسبت اس اُمت کے لوگوں کا وقت کم ہے۔ عصر تا

١ السلسلة الصحیحۃ: ٣٥٦٢... قال الالبانی: ہذا اسناد حسن

٢ اگرچہ اس حدیث کو شیخ البانی نے سلسلہ ضعیفہ: ٨٦٨ میں اور علامہ ابو اشبال شاغف نے جامع البیان میں ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کا صحیح ہونا راجح ہے، کیونکہ اس کی ایک دوسری سند ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی (متوفی ٣٠٧ھ) کی مسند الرویانی: رقم ٥٢٨ میں بھی ہے اور وہ حسن صحیح کے درجے میں ہے، چونکہ یہ سند ان علما کی نظر سے نہیں گزری، اس لیے وہ معذور ہیں۔

٣ صحیح بخاری: ٤١٩

مغرب اور عمل بھی کم ہے جبکہ اجر زیادہ ہے۔

⑨ اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں: قیامت کے دن دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ سب سے پہلے اس اُمت کے لوگوں کو دیا جائے گا۔

⑩ چھوٹے بچے: چھوٹے بچے جو فوت ہو جاتے ہیں، قیامت کے دن اپنے والدین کی شفاعت کے لیے ان کے آگے آگے بھاگ رہے ہوں گے۔

⑪ قرآن و سنت کی حفاظت: قرآنِ کریم کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ ﴾[1]

اور احادیث کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے علما کے ذریعے انتظام فرمایا ہے اور اس اُمت کے پاس اپنے سے لے کر اپنے نبی تک قرآن و حدیث کی سند موجود ہے جو کہ کسی اور اُمت کے پاس نہیں ہے۔

یہ ان چند ایک خصوصیات میں سے ہیں جو امت محمدیہ کو وہبی طور پر اللہ عزوجل نے عطا کئے ہیں۔ ذیل میں وہ خصوصیات ملاحظہ فرمائیں جن کو حاصل کرنے کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ میں ودیعت فرمائی ہے:

۲) کسبی: امت محمدیہ کی فضیلت کا دوسرا پہلو کسبی ہے یعنی اس اُمت کے اندر خیر حاصل کرنے والی استعداد اور صفات موجود ہیں، البتہ یہ فضیلت بھی اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی حکمت و مشیت کے تحت عطا کی ہے۔ اس کی مثالیں بھی قرآن و حدیث میں موجود ہیں:

① **خیر الامم:** اُمتِ محمدیہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خیر الامم کی فضیلت سے نوازا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾[2]

”تم بہترین اُمت ہوں جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

---

۱ سورۃ الحجر:۹

۲ آل عمران:۱۱۰

اس آیتِ کریمہ میں اُمتِ محمدیہ کے خیر اُمت ہونے کے تین اسباب بیان کئے گئے ہیں:

الف) امر بالمعروف: امت کی خیریت کا پہلا سبب یہ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیتے ہیں۔

ب) نہی عن المنکر: دوسرا اسبب بُرائی سے روکنا ہے۔ یاد رہے کہ دعوت الیٰ اللہ صرف وعظ و نصیحت نہیں بلکہ نہی عن المنکر بھی اس دعوت میں شامل ہے اور یہ اس اُمت کا کام ہے۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے بھی بخوبی ہو جاتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«من رأىٰ منكم منكرًا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان»[1]

یہ حدیث بہت ہی مؤثر ہے کہ اگر طاقت ہے تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے بُرائی کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ اگر نہیں تو کم از کم دل سے تو بُرا جانے اگر یہ بھی نہیں تو پھر ایسے آدمی کو ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ تو جو آدمی اس آیت کا مصداق بننا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اس میں مذکور شرائط پر عمل کرے اور جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتا تو ایسا شخص خیر اُمت میں سے نہیں ہے۔

ج) ایمان باللہ: پہلی اُمتوں کی نسبت اس اُمت میں یہ صفت بہت زیادہ ہے اور یہ بھی اس اُمت میں موجود نمایاں خصوصیات میں سے ہے۔

② **بلا حساب جنتی:** اُمتِ محمدیہ کی یہ نمایاں فضیلت صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اس اُمت کے ۷۰ ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"میں نے دعا کی: اے اللہ! یہ ۷۰ ہزار افراد کم ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص کے ساتھ ۷۰، ۷۰ ہزار بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔"[2]

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کون لوگ ہیں؟ کیا اس سے رسول اللہ ﷺ مراد ہیں یا وہ لوگ جو اسلام میں پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کی چار صفات بیان کر دیں کہ جن میں یہ پائی جائیں گی، وہ اُمت کے بہترین لوگ ہیں۔

الف) دم کرنے کا مطالبہ کرنا: بلا حساب جنت میں داخل ہونے والوں کی پہلی صفت یہ ہے کہ

---

۱ صحیح مسلم: ۷۰

۲ السلسلۃ الصحیحۃ: ۱۴۸۴

وہ دم طلب کرنے والے نہیں ہیں کیونکہ اس سے توکل ختم ہو جاتا ہے۔

ب) داغنا: دوسری صفت یہ ہے کہ وہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے جسم کو داغنے والے نہیں ہیں۔

ج) بدفالی لینا: وہ بدفالی لینے والے نہیں ہیں۔ نیک فالی لینا صحیح ہے جبکہ بدفالی لیناغلط ہے اور یہ شرک کے زمرے میں آجاتا ہے۔

د) توکّل: وعلیٰ ربهم يتوكّلون یعنی بلا حساب جنت میں جانے والے ہر معاملے میں صرف اپنے ربّ پر ہی توکل کرنے والے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کرنا وغیرہ صفاتِ کسبی ہیں۔ اور ایک روایت میں لا یرقُون کے لفظ بھی ہیں، لیکن یہ ثابت نہیں ہیں بلکہ شاذ ہیں۔

③ **حمدِ باری تعالیٰ:** اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

«إني باعث بعدك أمة إذا أصابهم ما يحبون حمدوا الله وشكروا وإذا أصابهم ما يكرهون احتسبوا وصبروا. لا حلم ولا علم. قال: يا ربّ كيف يكون؟ قال أعطيهم من حلمي وعلمي»[1]

"یقیناً میں آپ کے بعد ایک ایسی اُمت بھیجنے والا ہوں جب اُنہیں اُن کی پسندیدہ چیز حاصل ہو گی تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے اور اُس کا شکر ادا کریں گے اور جب کوئی ناپسندیدہ معاملہ پیش آئے تو اللہ سے اجر کی اُمید کرتے ہوئے صبر کریں گے۔"

اس صحیح حدیث میں اس اُمت کی فضیلت کا بیان ہے کہ اس کے اندر حمد اور شکر کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں: ﴿ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ ﴾[2]

"اس اُمت کے لوگ توبہ کرنیوالے، اپنے ربّ کی عبادت اور حمد کرنیوالے ہیں۔"

نعمت کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور مصیبت کے وقت صبر کرنا اس اُمت کی صفاتِ خیر میں سے ہیں۔

④ **وارثانِ انبیا:** اس امت کے اندر ایسے علما بکثرت موجود ہیں جو انبیا کے صحیح وارث ہیں اور اس جانشینی کا حق بھی ادا کر رہے ہیں، البتہ ان کا درجہ انبیا سے کم ہے۔ آپ ﷺ کا

---

۱ شعب الایمان از بیہقی: ۴۴۸۲

۲ سورۃ التوبۃ: ۱۱۲

فرمانِ مبارک ہے: «العلماء ورثة الأنبياء»[1]
الغرض اللہ تعالیٰ نے اس اُمت میں صفات وخصائل خیر بہت زیادہ رکھی ہیں۔

طبقاتِ اُمت

اس اُمت کے تین طبقات ہیں:

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (۲) تابعین (۳) تبع تابعین

یقیناً یہ لوگ اُمت کے افضل ترین انسان ہیں اور اس کی گواہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں دی ہے۔ فرمایا: «خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم»[2]

"سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہوں گے، پھر وہ جو اُن کے بعد ہوں گے۔ ان میں ایمان، علم، عمل، نصیحت، دعوت وجہاد اور للّٰہیت جیسے اسباب وصفاتِ خیر بہت زیادہ تھیں۔"

عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

یہ امت افضل الاُمم ہے اور خیر القرون کے لوگ اُمت میں افضل لوگ ہیں اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے افضل ہیں۔ یہ ہمارا اہل السنّۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں۔

محمد بن کامل کرزی قرآنِ کریم پر عبور رکھنے والے مفسر ہیں، اُنہوں نے فرمایا کہ اصحابِ رسولؐ جنتی ہیں تو ان کے شاگرد حماد نے پوچھا کہ یہ بات کہاں ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ قرآنِ مجید میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾[3]

---

۱ سنن ابوداود: ۳۶۴۳

۲ سنن ابوداود: ۴۰۳۸

۳ سورۃ التوبہ: ۱۰۰

یہ آیتِ کریمہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب، اُن سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ان کے جنتی ہونے کے بارے میں نص صریح ہے۔

اتباعِ صحابہ: وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کی دو تفسیریں ہیں:

(الف) بعد میں مسلمان ہونے والے اور صغار یعنی چھوٹے صحابہ

(ب) اور اس کی دوسری تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ سے ساری اُمت مراد ہے بشرطیکہ اعمالِ حسنہ میں ان کی اتباع کی جائے۔

اتباع بالحسنہ: اتباع بالحسنہ کی بھی دو تفسیریں ہیں:

الف) اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا اور مدح کرنا

ب) صحابہ رضی اللہ عنہم کے منہج کو اپناتے ہوئے اعمالِ حسنہ میں ان کی اتباع کرنا

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اُن کے اتباع سے راضی ہے۔

مراتبِ صحابہ رضی اللہ عنہم

فضائل ومناسب کے لحاظ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختلف مراتب ہیں۔

① عشرہ مبشرہ: عشرہ مبشرہ صحابہ سے مراد وہ دس صحابہؓ ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس اور ایک ہی جملے میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ فرمایا:

أبو بكر في الجنة وعُمر في الجنة وعثمان في الجنة وعلي في الجنة...[1] الخ

② بدری صحابہ رضی اللہ عنہم: بدری صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں۔ فرمان نبویؐ ہے:

«إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَكُونَ قَدْ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»[2]

”یہ صحابی بدر میں شریک تھے، اور آپ کو کیا پتہ؟ شاید کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف توجہ کرکے فرمایا کہ تم جو جی چاہے کرلو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔“

③ بیعتِ رضوان: حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جہاد کے لیے بیعت کرنے والے تقریباً چودہ صد صحابہ ہیں اور وہ سب کے سب جنتی ہیں۔

---

۱ سنن ابن ماجہ: ۱۳۰

۲ صحیح بخاری: ۲۷۸۵

بغض صحابہ رضی اللہ عنہم

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے صحابہؓ سے راضی ہونے کا اعلان فرماتے ہیں تو جو بدبخت صحابہؓ سے بغض رکھے۔ اُن کو گالی دے، کافر و مرتد کہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کھڑا ہوا ہے اور ایسا شخص یقیناً ہلاک و برباد ہو گیا۔

امام ابن کثیر نے کتنی اچھی بات کہی ہے، فرماتے ہیں:

فيا ويل من أبغضهم أو سبهم أو أبغض أو سبّ بعضهم[1]

"پس ہلاکت ہے اس کے لیے جس نے صحابہؓ سے بغض رکھا یا اُن کو گالی دی یا کسی بھی صحابیؓ سے بغض رکھا یا اُس کو برا بھلا کہا۔"

مشاجراتِ صحابہؓ کے دوران جو اختلاف ہوئے، ہمیں اس بارے میں اچھی گفتگو ہی کرنی چاہیے۔ وہ صحابہ ان میں معذور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر رکھا ہے۔

اقسام مراتبِ اُمت

صحابہؓ اُمت کے افضل ترین لوگ ہیں البتہ بعد میں آنے والے اُمت کے افراد تین اقسام پر منقسم ہوں گے: (۱) اہل اسلام (۲) فرقہ ناجیہ (۳) طائفہ منصورہ

ان تینوں گروہوں میں عموم و خصوص کی نسبت ہے:

① اہل اسلام: اس میں کلمہ پڑھنے والے سب لوگ داخل ہیں، بلکہ ان میں اہل بدعت بھی شامل ہیں۔ اسے 'اُمتِ اجابت' بھی کہا جاتا ہے۔

اہل سنت غیر محضہ: جن لوگوں کا عقیدہ توحید ہے اور اُن میں شرک نہیں ہے لیکن بدعت، تقلید اور بعض خرافات موجود ہیں تو یہ لوگ اہل سنت غیر محضہ ہیں جیسے اشاعرہ، ماتریدیہ وغیرہ۔ البتہ بڑی بدعات والے اہل بدعت اِن میں شامل نہیں ہیں لیکن اہل اسلام میں اُن کا شمار ہو گا۔

② فرقہ ناجیہ: جس راستے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہؓ چلے تھے، جو اس راستے اور منہج

---

۱ تفسیر ابن کثیر: ۴۲۲/۲

پر چلیں، اُن کا عقیدہ صحیح ہو اور قرآن و سنت کی پیروی کرنے والے لوگ ہوں۔

③ طائفہ منصورہ: طائفہ منصورہ فرقہ ناجیہ کے اندر ہی ایک خصوصی جماعت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خصوصی نصرت و انعام کا اور ان کے ہاتھ پر غلبہ دین کا وعدہ کیا ہے۔

صفاتِ طائفہ منصورہ: طائفہ منصورہ کی تین صفات ہیں:

الف) عقیدہ صحیح ہو اور عمل میں بھی قرآن و سنت کی پیروی کرنے والے لوگ ہوں۔

ب) اس کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت کی دعوت دینے والے لوگ ہیں۔ اگر عقیدہ صحیح کتاب و سنت کا متبع ہے، لیکن دعوت نہیں ہے تو یہ فرقہ ناجیہ میں شامل ہے، عاقبت صحیح ہے البتہ طائفہ منصورہ میں شامل نہیں۔

ج) اور اس کے ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ بھی ہو جس کا حدیث میں ذکر ہے:

«لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون علىٰ الحق»[1]

"میری اُمّت میں ہمیشہ ایک گروہ رہے گا جو حق کے لئے جہاد کرتا رہے گا۔"

اور یہی غلبہ اسلام کا راستہ ہے، طائفہ منصورہ کا راستہ ہے۔ کتاب و سنت کامل ہے، اس میں خیر ہے اور یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ اگر اس کے علاوہ دوسرے راستے اختیار کئے جائیں جو لوگوں نے اپنے ذہنوں سے نکالے ہیں تو یہ خیر والے راستے نہیں ہیں۔ جس طرح یہ ہمارے جمہوریت والے کرتے ہیں تو یہ وقت کا ضیاع ہے، یہ راستہ خلافتِ اسلامیہ کا راستہ نہیں ہے۔

تو مشکوۃ المصابیح کی اس آخری حدیث میں اس اُمت کی فضیلت و منقبت بیان کی گئی ہے اور آپ ﷺ نے ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلی اُمتیں جو گزر چکی ہیں تم ان سب کے آخر میں ان ۷۰ اُمتوں کو پورا کرنے والا، ان سب سے بہتر اور اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والے ہو۔[2]

یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو خیر اُمت بالخصوص فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ میں شامل کرے۔ اللهم ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار!

---

۱ صحیح مسلم: ۲۲۵